محمد عزیر
اسکالر،پی ایچ۔ ڈی اردو، نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز، اسلام آباد
ڈاکٹر رخشندہ مراد
استاد شعبہ اردو، نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز، اسلام آباد

شاہد احمد دہلوی کی خاکہ نگاری: فکری و فنی جائزہ

Muhammad Uzair
PhD Scholar, Department of Urdu, National University of Modern Languages, Islamabad.
Dr. Rukhshanda Murad
Assistant Professor, Department of Urdu, National University of Modern Languages, Islamabad

An intellectual and artistic analysis of Shahid Ahmed Dehlvi's Skecth Writings

Shahid Ahmad Delhvi is among the widest known sketch writers. Throughout his writings he has used pure Delhi language. As great as his mastery over Urdu language was, his control over English literature did not fall short. His written works were compiled and made into three great books which contributed greatly towards the continuation of Urdu tradition In addition to his profound use of language, his grip over circumstantiality, as well as his proficiency in explaining minute details and completely covering every aspect of the personality in question, is some of his important qualities. Through the analysis of Shahid Ahmed Dehlvi's sketches it becomes quite evident that he has complete dominance over his art . While peeking at the historical background, he can be seen utilizing all the important attributes of language to produce importance and a heart-clenching attractiveness in his sketches.

Key words: *Historical, Literature, Tradition, Analysis, Dominance, Sketches.*

اردو کے معروف خاکہ نگار شاہد احمد دہلوی مولوی بشیر الدین احمد کے بیٹے اور ڈپٹی نذیر احمد کے پوتے ہیں۔ انگریزی و اردو زبان و ادب پر دسترس رکھتے تھے۔ ان کے خاکوں کے مجموعے گنجینہ گوہر، بزمِ خوش نفساں، بزم شاہد اور طاق نسیاں ہیں۔ اردو خاکہ نگاروں کی صف میں شاہد احمد دہلوی کا مقام منفرد ہے۔

شاہد احمد دہلوی دہلی کی مخصوص ٹکسالی زبان کے نمائندہ ادیب ہیں۔ انھوں نے اردو ادب کی مختلف جہتوں پر کام کیا ہے۔ وہ بیک وقت ایک اچھے مدیر، ترجمہ نگار، انشا پرداز اور خاکہ نگار تھے۔

خاکہ جہاں ایک شخصیت کے جملہ پہلوؤں کو لیے ہوتا ہے وہیں اس میں تخلیقی اور ادبی رنگ بھی ضروری ہے اور اس کے لیے زبان پر قدرت ہونا اہم ہوتا ہے۔ شاہد احمد دہلوی کے یہاں " زبان پر گرفت "نہایت مضبوط ہے۔

شاہد احمد دہلوی کی خاکہ نگاری میں اہم عنصر ان کا اسلوب نگارش ہے جو قاری کے ذہن اور اس کی سوچ کو اپنی گرفت میں لے لیتا ہے۔ محاوروں، جگتوں، پھبتیوں اور زبان کے دیگر چٹخاروں میں ڈھلا، ضرب الامثال اور دیگر لسانی مثالوں سے مزین، لسانی مہارتوں سے آراستہ، دلکش اور رواں دواں اسلوب، دہلویت کے ٹکسال میں ڈھلا اظہارِ بیان جو واقعات کو پس منظر اور پیش منظر کے ساتھ اجاگر کرتا ہے اور جزرسی، منظر نگاری اور حلیہ نگاری جیسی خوبیوں کی بدولت قوتِ مشاہدہ اور قوتِ بیان کا خوبصورت مجموعہ ہے جس میں حسین و دلفریب یادوں، تلخ و سادہ حقائق اور رنج و غم اور ہجر والم میں ڈوبے پر سوز لہجے اور متین وشوخ لفظوں اور سجے سجائے فقروں کا خوبصورت امتزاج ہے۔ شاہد احمد دہلوی جب اپنے مخصوص اسلوب میں کسی شخصیت کا احاطہ کرتے ہیں تو ایک ایسا فن پارہ وجود میں آتا ہے جس کے ایک رنگ میں کئی رنگ جھلکتے ہیں۔ جو مذکورہ شخصیت کی عادات و مزاج، اس کی مخصوص صفات اور رویے، زندگی کو برتنے کے انداز اور طرزِ فکر کے ساتھ ساتھ اس دور کی روایات اور معاشرتی احوال کو بھی پیش کرتے ہیں۔

دلی کی مخصوص ٹکسالی زبان:

دہلی مختلف بادشاہوں کا پایہ تخت رہی۔ دہلوی تہذیب کو حقیقی عروج اور آب وتاب مغل دور حکومت یعنی قلعہ معلی کی سرپرستی میں ملا۔ مغل دور میں دہلی ایک شہر ہی نہیں بلکہ ایک تمدن، ایک تہذیب اور ایک تاریخ کا مرکز بن گیا اور اس شہر کی علمی، سماجی، سیاسی، معاشرتی، ادبی اور ثقافتی روایات، آداب اور اقدار نے اسے عالم اسلام میں بغدادِ ثانی کی حیثیت عطا کر دی۔ اس تہذیبی و تمدنی ماحول میں دہلی کی مخصوص زبان نے جنم لیا جو دہلوی تہذیب کا حسین پرتو معلوم ہوتی ہے۔

سید محمد عارف اپنے مقالے میں اس طرف اشارہ کرتے ہیں:

> "حقیقت یہ ہے کہ دلی کی مخصوص ٹکسالی اور ٹھیٹھ الفاظ، روز مرہ اور محاورے کے استعمال کا خاص سلیقہ، محمد حسین آزاد کی طرح چھوٹے چھوٹے جملے اور تجسیم نگاری کا انداز جس خوبی سے شاہد احمد نے برتا ہے وہ دور جدید میں عنقا دکھائی دیتا ہے"۔ (۱)

دہلوی زبان پر مزاجی اثرات:

دہلوی اردو نے قلعہ معلی میں جنم لیا اور بہت تیزی سے ہندوستان بھر میں اس کی شہرت پھیل گئی۔ اس زبان میں ہر نوع کے محاورے اور ضرب الامثال شامل ہو گئے لیکن اس زبان کا مخصوص مزاج دراصل ان رویوں کے مرہون منت ہے جو دہلی کی مخصوص روایات، بود و باش، شاہانہ رکھ رکھاؤ، شعر و ادب کے غلغلے اور سماجی ماحول کی بدولت وہاں آباد مختلف خاندانی پس منظر رکھنے والے شہریوں نے مشترکہ طور پر اپنا کر لیے تھے۔ دو لفظوں میں اس مزاج کو "اچھے سے اچھا کھانا اور اچھے سے اچھا پہننا اور اچھے سے اچھا بولنا" یا" کھا جا من بھائے، پہناوا جگ بھائے" سے تعبیر کیا جا سکتا ہے۔

ایسے ماحول میں رہ کر دہلی والوں کے مزاج میں وہ تمام تر نزاکتیں جمع ہو گئی تھیں جو کسی تہذیب کی اقدار اور روایات کا حصہ بن جاتی ہیں۔ یہ نزاکتیں بولنے، اٹھنے بیٹھنے، چلنے پھرنے، مہمان داری اور دوستیاں نبھانے، تعلقات قائم کرنے اور توڑنے اور کھانے اور پہننے میں مخصوص رکھ رکھاؤ، تکلف اور وضع داری قائم رکھنے کا موجب تھیں۔ عمومی مزاج کے یہ اثرات اہل دہلی کی زبان پر پڑنا لازم تھے۔ یہی نزاکتیں تکلف، وضع داری اور س رکھ رکھاؤ دہلوی زبان کا خاصہ بن گیا جس میں جذبات واحساسات، کیفیات وحالات کی ترجمانی کے لیے خاص ڈھب موزوں ہو گیا تھا اور اس مخصوص ڈھب اور پیرائے پر پورا نہ اترنے والے الفاظ کا استعمال اہل دہلی کی روایات، مزاج اور طرز کے خلاف شمار ہوتا تھا۔ اہل دہلی نے صدیوں میں شعر و ادب، زبان و بیان اور طعام و کلام اور پہناووں کا جو خاص کلچر وضع کیا وہ بادشاہت خاتمے کے باوجود قائم رہا اور دور غلامی میں بھی شعر و ادب اور لذت کام و دہن کی ترقی برابر جاری رہی اور اہل دہلی اپنی روایات اور مزاج پر تفاخر کرتے رہے۔ شعر وادب پر بھی یہ تہذیبی اثرات غالب رہے۔

شاہد احمد دہلوی نے اسی تہذیبی مرکز میں آنکھیں کھولیں تھیں۔ ان کے والد اور ان سے بڑھ کر دادا تہذیب و ادب کی نمایاں شخصیات تھیں۔ ادب ان کے خون میں رچا بسا تھا۔ انھوں نے دہلوی زبان کی خصوصیات کو اپنے اسلوب نگارش میں سمو لیا تھا۔ چنانچہ ان کا اسلوب دہلی کے تہذیبی اثرات، مخصوص چٹخارے دار زبان، موقع و محل کے مطابق تاثرات کے اظہار، انسانی جذبات و احساسات کے بیان، لفظی نزاکتوں کی رعایت، مزاجی کیفیات کی ترجمانی اور معانی و مطالب کی درست وضاحت سے آراستہ ہے۔ محاورے، پھبتیاں، جگتیں رعایت لفظی اور دیگر لفظی موشگافیاں ان کے اسلوب کی نمایاں خصوصیات ہیں۔ شاہد احمد دہلوی کی خاکہ نگاری میں دل چسپی کا عنصر ان کے مخصوص اسلوب نگارش کی بدولت ہے۔

بامحاورہ زبان:

دہلوی تہذیب اپنے عہد میں ایک نمایاں، مقبول اور ترقی یافتہ تہذیب تھی جس نے شوخ وشنگ زبان و بیان کی بدولت شہرت حاصل کی۔ اس لیے اس تہذیبی مرکز میں بولے جانے والے محاورے اور کہاوتیں بھی دلچسپی کے پہلو سے خالی نہیں۔ شاہد احمد دہلوی کے اسلوب نگارش میں دہلوی تہذیب کے نمائندہ محاورے اور ضرب الامثال جابجا دکھائی دیتے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں:

"میں نے بڑی بوڑھیوں سے سنا ہے کہ ان کے گھر میں صرف ایک ٹوٹی ہوئی جوتی تھی کبھی بیوی ان لیتروں کو ہلگا لیتی کبھی میاں"۔ (۲)

"لیتروں کو ہلگا لینا" جہاں محاورے کے استعمال کی ایک عمدہ مثال ہے وہاں ضمنی طور پر اس طنزیہ انداز میں ایک پوشیدہ دکھ کا اظہار بھی ہے جسے گہری توجہ سے ہی محسوس کیا جا سکتا ہے۔

اس ضمن میں ڈاکٹر جمیل جالبی کی رائے ملاحظہ فرمائیے:

"زبان کا صحیح استعمال اور محاوروں کو برتنے کا سلیقہ ان کا خاندانی وصف ہے۔۔۔ان دونوں (محمد حسین آزاد اور ڈپٹی نذیر احمد) صاحب طرز ادیبوں کی نثر کے امکانات جس نقطہ پر ملتے ہیں وہاں سے شاہد احمد دہلوی کی نثر پیدا ہوتی ہے۔ جس میں استعارے، محاورے، روزمرہ اور رچی ہوئی زبان، مزاج کی سنجیدگی اور شگفتگی کے ساتھ مل کر ایک نئے لب و لہجہ کو جنم دیتی ہے۔ ان کی نثر میں محاورے ایسے ٹھاٹ باٹ اور ٹھسے سے استعمال میں آتے ہیں کہ انھیں کسی دوسرے لفظ یا محاورے سے نہیں بدلا جا سکتا"۔ (۳)

دلچسپ اور رواں دواں اسلوب:

شاہد احمد دہلوی کے اسلوب نگارش کی دوسری اہم خصوصیت وہ روانی، بہاؤ اور سبک خرامی ہے جس میں واقعات اور مکالموں کا مربوط تسلسل قاری کو اپنے ساتھ بہالے جاتا ہے۔ چھوٹے چھوٹے لیکن بھرپور جملوں پر مشتمل ان کا طرز نگارش، پیرایہ بیان اور حالات و واقعات کی تعبیر کا ایسا دلچسپ انداز رکھتا ہے جو قاری کو اپنے سحر میں جکڑ لیتا ہے۔ مضمون مکمل ہو جاتا ہے لیکن قاری کی تشنگی ختم نہیں ہوتی اور وہ چاہتا ہے کہ یہ قصے، حکایتیں اور تذکرے یونہی جاری رہیں۔

جزئیات نگاری:

شاہد احمد دہلوی کے اسلوبِ نگارش میں جزئیات نگاری کو اہم صفت کا درجہ حاصل ہے جو ان کی قوت مشاہدہ اور زبان پر قدرت کی دلیل ہے۔ گو کہ خاکہ نگاری میں منظر نگاری کو بنیادی لوازم میں نہیں گنا جاتا لیکن ایک اچھے خاکہ نگار کے لیے قوت مشاہدہ اور اظہار بیان کے لیے زبان پر قدرت بھی ضروری ہے جو کہ شاہد احمد دہلوی میں بخوبی پائی جاتی ہے۔ جزئیات نگاری پر دسترس کی بنا پر شاہد احمد دہلوی جس طرح مذکورہ شخصیت کا حلیہ من و عن بیان کرنے میں مہارت رکھتے ہیں اس طرح وہ منظر نگاری کے ذریعے ماحول کا نقشہ بھی بخوبی کھینچتے ہیں جو قاری کی توجہ، دلچسپی، تجسس اور واقعے کے تفصیلی احوال سے آگاہی کا باعث بنتا ہے۔

شاہد احمد دہلوی کی جزئیات نگاری اور منظر نگاری کی دلپذیر مثال ملاحظہ فرمائیں جس میں رواں دواں نثر کے باعث دلکشی اور جاذبیت پیدا ہو گئی ہے اور اس دور کی تہذیبی روایات ایک منظر میں سامنے آ گئی ہیں:

"شبِ ماہ چودھویں کے چاند میں منائی جاتی تھی۔ اس میں خاص اہتمام کیا جاتا تھا، جہاں تک ممکن ہو ہر چیز سفید ہو۔ چنانچہ ڈھوپ ڈھلتے ہی چھڑکاؤ کیا جاتا۔ شام ہوتے ہی اجلی

اجلی چاندیوں کا فرش ہو جاتا۔ چاروں طرف سفید گاؤ تکیے لگ جاتے۔ چنگیروں میں چنبیلی
اور موتیے کے پھول رکھے جاتے۔ ادھر چاند کھیت کرتا ادھر مہمان سفید براق انگرکھے
در بر اور سفید دوپلیاں بر سر آنے شروع ہو جاتے اور تکیوں کے سہارے بیٹھتے جاتے۔
پیچوانوں سے خمیرے کی لپٹیں اٹھتی رہتیں"۔ (۴)

شاہد احمد دہلوی جس طرح ماحول کی منظر کشی یا حلیہ نگاری میں جزرسی سے کام لیتے ہیں اس طرح وہ شخصیات کے جملوں، مکالموں کو نقل کرنے میں بھی اسی جزرسی سے کام لیتے ہیں تاکہ قاری مذکورہ شخصیت کی گفتگو اور طرز تکلم سے بھی آشنائی حاصل کر سکے۔

لفظی صنائع کا استعمال:

لفظی صنائع کا استعمال عام طور پر تحریر کے تسلسل کو متاثر کرتا ہے کیوں کہ ان کی بدولت رفتارِ کلام میں روانی برقرار نہیں رہ پاتی اور واقعات کے بیان میں تکلف اور تصنع کا احساس ہونے لگتا ہے لیکن شاہد احمد دہلوی اس کٹھن اور دشوار گزار مرحلے سے یوں فتح یاب نکلتے ہیں کہ عام قاری کو واقعات اور مکالموں کے درمیان عدمِ تسلسل یا بے ربطی کا احساس نہیں ہوتا نہ ہی کلام کی روانی میں کوئی فرق محسوس ہوتا ہے۔ لفظی صنایع میں رعایتِ لفظی اور صنعت تضاد کے استعمال کی مثال ملاحظہ فرمائیں کہ کس خوبی سے لال قلعے کی رونقوں اور زوال کے آخری دور کو ایک ہی تصویر میں بیان کیا جارہا ہے:

"یہاں آکر گونگوں کو زبان مل جاتی۔ جن کی منقار زیر پر ہوتی وہ ہزار داستان بن جاتے۔ جو پر شکستہ ہوتے، وہ فلک الافلاک پر پر مارنے لگتے۔ علوم و فنون کے چشمے اس سرزمین سے پھوٹتے اور حکمت و دانش کی یہاں فضا گھلی رہتی۔ غرض ہندوستان کا دل ایک عجیب پر کیف مقام تھا جو بہت کچھ برباد ہو جانے پر بھی جنت بنا ہوا تھا۔ زمانہ چپکے چپکے کروٹ بدل رہا تھا۔ مشرق پر مغرب کی یلغار شرع ہو چکی تھی۔ تہذیبِ فرنگ کی آندھی چلی آرہی تھی اور مشرقی تہذیب کے چراغ جھلملا رہے تھے۔ یہ دلی کی آخری بہار تھی جس کی گھات میں خزاں لگی ہوئی تھی۔ بہادر شاہ کی حیثیت شاہِ شطرنج سے زیادہ نہیں تھی۔ تیموری دبدبہ لال قلعے میں محصور ہو چکا تھا۔ ملک ملکہ کا تھا، حکم کمپنی بہادر شاہ کا چلتا تھا۔ بہادر شاہ کو اپنی بے بسی کا شدت سے احساس تھا مگر وہ اس کا کوئی تدارک نہیں کر سکتے تھے"۔ (۵)

مذکورہ شخصیت کی علمی و ادبی خدمات یا فن کا جائزہ:

دہلی ایک زمانے میں مسلمانوں کا علمی و تہذیبی مرکز اور تمدن و ثقافت کا نمونہ رہ چکی تھی اور دورِ زوال اور حالات کی تبدیلی کے باجود دہلی میں اہل علم و فضل کی یادگاریں باقی تھیں اور ان کے بچے کچھے آثار تقسیم ہند تک وہاں پائے جاتے تھے۔ چنانچہ شاہد احمد دہلوی ان تہذیبی اثرات، علمی و ادبی روایات اور ان سے وابستہ شخصیات کے احوال

کے شاہد اور مدح خواں تھے۔ یہی وجہ سے کہ شاہد احمد دہلوی نے زیادہ تر خاکے ایسی ہی شخصیات پر لکھے ہیں جو بذات خود دہلوی تہذیب و مزاج اور روایات کے مطابق کسی "زمرے" میں شمار ہو سکتی ہیں۔ یہ شخصیات زیادہ تر ادب و سخن، علم و ہنر اور کسی فن سے وابستگی رکھتی تھیں۔ اس بنا پر شاہد احمد دہلوی نے ان کے تذکرے میں ان کے علمی کمالات، ادبی خدمات، معاشرتی رویوں اور ان کے ادبی یا فنی مقام یا فن کے ساتھ ان کی وابستگی کو خاص اہمیت دی ہے اور ان کی کوشش یہ رہی ہے کہ وہ مذکورہ شخصیت کے کمال فن کو قاری کے سامنے لا سکیں۔ تاہم شاہد احمد دہلوی نے بعض غیر معروف شخصیات کے خاکے بھی لکھے ہیں۔ جن میں سے ایک خاکہ "گنجا نہاری والا" ہے۔ گنجا نہاری والے کوئی علمی شخصیت نہیں لیکن ان کے تذکرے میں دراصل دہلی اور اس ہنر مندوں کی روایات اور تہذیبی مظاہر پوشیدہ ہیں جن کے مطالعے سے اس دور کے رجحانات، مزاج، شہریوں کی عادات اور رویوں کی ایک جھلک نظروں کے سامنے پھر جاتی ہے اور گزرے عہد کی ایک داستان ایک شخصیت کے تذکرے میں محفوظ ہو جاتی ہے۔

باکمال لوگوں کی توصیف و مدح سرائی کے ساتھ ان کی شخصیت کے کمزور پہلوؤں کی طرف توجہ دلانے کی مثال ملاحظہ فرمائیں:

> "حج کرنے کے بعد بیخود صاحب کا مزاج بہت بدل گیا تھا۔ ان کی تنک مزاجی و آشفتہ سری تقریباً ختم ہی ہو گئی تھی۔ ورنہ یہی بیخود صاحب تھے کہ ناک پہ مکھی تک نہ بیٹھنے دیتے تھے۔ نواب سراج الدین سائل کو اگر یہ زعم تھا کہ میں داغ کا داماد ہوں تو انھیں یہ گھمنڈ تھا کہ میں استاد کا چہیتا شاگرد ہوں"۔ (۶)

وہ سادہ اور سلیس نثر میں دہلوی اردو کے محاورے اور ضرب الامثال بڑی پرکاری سے جوڑ دیتے ہیں جیسے کوئی ماہر فن، زیورات میں نگینے جڑتا ہو یا جیسے کسی خوبصورت عروسی جوڑے میں موتی ٹانک دیے گئے ہوں۔ اس خوبصورت اور رواں دواں نثر میں جب شاہد احمد دہلوی کسی شخصیت کا خاکہ لکھتے ہیں تو قاری بڑی دلچسپی سے شخصیت کے حلیے، اس کے طرز گفتگو، اس کی مخصوص مزاجی کیفیات اور عادات اور اس دور کے چیدہ چیدہ اور ضروری احوال سے آگاہ ہوتا چلا جاتا ہے۔

حلیہ نگاری:

شاہد احمد دہلوی کی حلیہ نگاری میں بھی جزرسی کی صفت نمایاں ہے۔ وہ مذکورہ شخصیت کے حلیے کو بیان کرنے میں کسی خاص کلیے کے پابند نہیں ہیں۔ خاکے کے نصف اول میں حلیہ درج کرتے ہیں لیکن حلیے کا بیان کسی طور خاکے کے تسلسل اور روانی میں کوئی فرق نہیں ڈالتا۔ میر ناصر علی کا حلیہ ملاحظہ فرمائیں:

> "خش خشی ڈاڑھی، پہلے تل چاولی تھی، پھر سفید ہو گئی تھی۔ کتری ہوئی لبیں۔ پوپلا منہ۔ دہانہ پھیلا ہوا۔ بے قرار آنکھیں، ماتھا کھلا ہوا، بلکہ گدی تک ماتھا ہی ماتھا چلا گیا تھا۔ جوانی میں سرو قد ہوں گے۔ بڑھاپے میں کمان کی طرح جھک گئے تھے۔ چلتے تھے تو پیچھے ہاتھ باندھ لیتے تھے۔ مستانہ وار جھول کے چلتے تھے۔ مزاج شاہانہ وضع قلندرانہ۔ ٹخنوں تک

لمبا کرتا گرمیوں میں موٹی ململ یا گاڑھے کا، اور جاڑوں میں فلالین یا وائلہ کا۔ اس میں چار جیبیں لگی ہوتیں تھیں جنھیں میر صاحب کہتے تھے "یہ میرے چار نوکر ہیں" گلے میں پٹکا یا گلوبند، سر پر کبھی کپڑے کی پیخ گول ٹوپی اور کبھی صافہ۔ گھر میں روئی کا کنٹوپ بھی پہنتے تھے اور اس کے پاکھے الٹ کر کھڑے کر لیتے، جب چغہ پہنتے تو عمامہ سر پر ہوتا۔ اک برا پاجامہ ازار بند میں کنجیوں کا گچھا۔ پاؤں میں نری کی سلیم شاہی، کسی صاحب بہادر سے ملنے جاتے تو انگریزی جوتا پاؤں میں اڑا لیتے"۔(۷)

"گدی تک ماتھا ہی ماتھا چلا گیا تھا" کس پر لطف انداز میں موصوف کے گنجے پن اور کشادہ ماتھے کے درمیان مماثلت واضح کی ہے۔ کمال یہ ہے کہ حلیہ نگاری کرنے کے دوران شخصی اوصاف برابر درج ہو رہے ہیں اور فن کمال سے اس طرح تحریر میں سب کچھ سمو دیا کہ ایک خاص حلیے کے ساتھ ساتھ اس زمانے کی سماجی صورت حال اور شخصیت کی وضع قطع بھی قاری کے سامنے آ گئی ہے۔

حکم اعجاز احمد چانڈیو نے "شاہد احمد دہلوی کے شاہکار خاکے" کے دیباچے میں لکھا:

"ان کے خاکوں میں آپ کو جائز تعریف، تعریض، طنز، پھبتی، جگت، فقرے بازی اور دلی کی ٹکسالی زبان کے نادر نمونے ملیں گے۔"(۸)

زبان کے یہ ذائقے حلیہ نگاری کے فن میں بھی استعمال ہوئے ہیں۔ دیکھیے کہ وہ مرزا عظیم بیگ چغتائی کا حلیہ کس مضحک انداز میں بیان کرتے ہیں:

"میں نے دیکھا کہ نیچے کے چار دانت غائب، زرد چہرہ، آنکھوں کے کونوں پر بے شمار جھریاں کلے پچکے ہوئے، ہونٹوں کے دونوں طرف قوسین، لبوں پر لاکھا سا جما ہوا۔ چھوٹی چھوٹی کتری ہوئی مونچھیں۔ ڈاڑھی صاف، دبلا پتلا شخص عینک کے موٹے موٹے شیشوں میں جھانک رہا ہے"۔(۹)

شاہد احمد دہلوی جس طرح مضحک انداز میں حلیے کو پیش کرنے کی قدرت رکھتے ہیں اس طرح وہ کسی شخصیت کے سراپے کی تصویر کشی کرنے پر بھی قادر ہیں۔ حلیہ نگاری کے فن میں ان کی قوت مشاہدہ، زبان و بیان پر عبور، محاوروں اور تشبیہات پر گرفت اور جزئیات نگاری کی صلاحیتیں بھرپور انداز میں استعمال ہوئی ہیں اور قوت مشاہدہ کے ساتھ شاہد احمد دہلوی کی قوت حافظہ بھی اس فن میں انھیں مدد فراہم کرتی ہے۔ چنانچہ کسی شخصیت کے ساتھ پہلی ملاقات اور وقت، شخصیت کی وضع قطع اور حلیہ انھیں بخوبی یاد رکھتے ہیں۔

ڈاکٹر سید محمد عارف اس ضمن میں لکھتے ہیں:

"اسلوب بیان کے علاوہ چہرہ نویسی اور سراپا نگاری میں شاہد احمد کا ثانی نہیں۔۔۔ سراپا نگاری کا کمال یہ ہے کہ اگر آپ نے دلی کے گنجے نہاری والے کو نہیں دیکھا تو کوئی بات نہیں شاہد احمد کی بنائی ہوئی لفظی تصویر دیکھ لیجئے"۔(۱۰)

واقعہ نگاری:

شاہد احمد دہلوی کو واقعہ نگاری میں بھی خاص ملکہ حاصل تھا۔ کسی شخصیت کے ذاتی رجحانات، خیالات و افکار اور زندگی کے متعلق اس کے نقطہ نظر کو جاننے اوراجاگر کرنے کے لیے اس کے مزاج اور رویے، لوگوں کے ساتھ برتاؤ، مجلسی گفتگو، اہلِ خانہ اور قرابت داروں کے ساتھ سلوک اور دوستوں کی خاطر تواضع، وضع داری، خوشی اور غمی اور زندگی کی کامیابیوں اور ناکامیوں میں طرزِ عمل کا جائزہ لیتے نظر آتے ہیں۔

کسی شخصیت کی زندگی میں پیش آنے والے مختلف واقعات اور حادثات اس کے متعلق درست رائے قائم کرنے میں مدد دیتے ہیں۔ شاہد احمد دہلوی کے اسلوب نگاری میں واقعات اور تاثرات کی مدد سے شخصیت کے مختلف پہلوؤں کو اجاگر کرنے کی تکنیک نمایاں طور پر موجود ہے۔ شاہد احمد دہلوی زمانی ترتیب کے التزام کو ضروری نہیں سمجھتے بلکہ وہ اپنے مخصوص اندازِ بیاں، اسلوب اور رفتارِ کلام کی رعایت سے واقعات کو پیش کرتے ہیں۔ واقعات ان کے ذاتی مشاہدے پر بھی مبنی ہوتے ہیں اور وہ روایت کا التزام بھی کرتے ہیں۔ البتہ عام طور پر وہ واقعے کی سند، حوالہ یا راوی کا نام واضح نہیں کرتے جس کی وجہ سے ان خاکے میں روانی کا تاثر تو برقرار رہتا ہے لیکن خاکے کی ایک اہم ضرورت یعنی مأخذ کی وضاحت پوری نہیں ہوپاتی جو کہ خاکے میں دی گئی معلومات کے مستند اور قابلِ اعتماد ہونے کے لیے اہم حیثیت رکھتی ہے۔

تعریف اور تنقیص میں ذاتی میلان کا عنصر:

شاہد احمد دہلوی نے ہر چند کہ مذکورہ شخصیت کی زندگی کے واضح اور پوشیدہ دونوں طرح کے پہلو قاری کے سامنے پیش کیے ہیں لیکن ان کا قلم بسا اوقات ان کے ذاتی میلانات اور رجحانات کو بھی شخصیت کے تذکرے کے ضمن میں شامل کر دیتا ہے۔ یقیناً شاہد احمد دہلوی خود کو اس انداز میں حق بجانب خیال کرتے ہوں گے لیکن غیر جانبداری کا پہلو بہر حال مکمل طور پر برقرار نہیں رہ پاتا۔ چناچہ شاہد احمد دہلوی نے اگر کسی شخصیت کو عظیم جانا ہے تو اس کے خاکے میں اس کی تعریف و توصیف کا پہلو غالب دکھائی دیتا ہے اور اگر کوئی شخصیت ان کی نظر میں نہ جچ پائی تو اس پر لکھے خاکے میں واقعات نگاری کے ضمن میں اس کا سارا کچہ چٹھا کھول کر رکھ دیا گیا ہے۔ خاص طور پر جوش ملیح آبادی شاہد احمد دہلوی کے قلم سے خاصے مجروح دکھائی دیتے ہیں۔ بطورِ نمونہ مثال دیکھیں:

> "مولانا (عبد السلام) نے جب جوش صاحب کے خیالات سنے تو ان کا ناریل چٹخا۔ بولے تمھارا دماغ تو شیطان کی کھڈی ہے۔ اس سے مختصر اور جامع تجزیہ جوش صاحب کا نہیں ہو سکتا"۔ (۱۱)

شخصیت کے مزاج اور داخلی اوصاف کا بیان:

شاہد احمد دہلوی شخصیت کے متعلق ذاتی رائے کو پیش کرتے ہوئے، اس کے ظاہری اوصاف کے علاوہ اس کی داخلی کیفیات اور مزاج کو سمجھنے کی کوشش بھی کرتے ہیں۔ اس حوالے سے وہ قیافہ شناسی کی مدد بھی لیتے ہیں اور

ذاتی تاثر کو بھی اہمیت دیتے ہیں تاہم وہ معاصرین کی رائے بھی نظر انداز نہیں کرتے۔ وہ جس شخص کو جیسا دیکھتے ہیں، کھل کر نہ کہہ سکیں تو محاوراتی زبان کا سہارا لے کر اپنی رائے کو اجاگر کر دیتے ہیں۔ ایک مثال ملاحظہ فرمایئے:

"منٹو بظاہر بڑا اکھڑ اور بد تمیز آدمی نظر آتا تھا مگر دراصل اس کے پہلو میں ایک بڑا احساس دل تھا۔ دنیا نے اسے بڑے دکھ پہنچائے تھے، امیر گھرانے کا لاڈلا بچہ تھا۔ بگڑ گیا اور خوب پیٹ بھر کے بگڑا۔ دوست احباب، کنبہ دار، رشتہ دار، سب سے اسے تکلیفیں پہنچی تھیں۔ اس لیے اس میں نفرت کا جذبہ بہت بڑھ گیا تھا"۔ (۱۲)

خلاصہ کلام یہ ہے کہ شاہد احمد دہلوی کی خاکہ نگاری میں سب سے بنیادی وصف جو انھیں خاکہ نگاروں میں ممتاز کرتا ہے وہ ان کا اسلوب ہے۔ ان کے اسلوب میں دہلوی رنگ غالب ہے اور اسی وجہ سے الفاظ و محارات کا سبک استعمال، دلی کی مخصوص بامحاورہ ٹکسالی زبان، کہاوتیں، ضرب الامثال، تشبیہات، صنائع اور رعایت لفظی جیسی خوبیوں سے مزین ایک ایسی زبان سے قاری آشنا ہوتا ہے جس میں ایک تسلسل اور روانی ہوتی ہے اور ساتھ ہی ساتھ زبان سے تہذیبی رشتہ استوار ہوتا چلا جاتا ہے۔ دلچسپ اور رواں دواں اسلوب میں جزئیات نگاری بھی عروج پر ہے اور جزئیات نگاری میں بھی انداز بیاں کی خوبیوں کی وجہ سے تسلسل میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔

شاہد احمد دہلوی کے خاکوں میں حلیہ نگاری کے ضمن میں نہ صرف زبان و بیان کی خوبیاں اعلیٰ سطح پر ہیں بلکہ ان کا مشاہدہ بھی کمال کا ہے۔ وہ چہرہ شناسی میں وہ درجہ کمال رکھتے ہیں کہ قاری حلیہ پڑھنے کے بعد شخصیت کے چہرے مہرے سے آگاہ ہو جاتا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ وہ مخصوص رویے و عادات جو شخصیت کا حصہ بن چکی ہوتی ہیں، "قلمی چابک دستی" سے صفحہ قرطاس پر بکھیر دیتے ہیں۔ ایک ہی اقتباس میں وہ مکمل حلیہ لکھنے میں کمال رکھتے ہیں۔ عام طور پر پہلی ملاقات کے تذکرے میں وہ حلیہ بیان کر دیتے ہیں۔ شخصیت کے مزاج اور داخلی اوصاف کے اندراج میں بھی اپنی قوت مشاہدہ کو کام میں لاتے ہوئے جامع مانع صورت میں قاری کے سامنے لانے کی سعی کرتے ہیں۔

وہ شخصیت کی علمی و ادبی خدمات کا ذکر بھی اپنے خاکوں میں کرتے ہیں۔ اس زمانے میں ان کے علمی و ادبی کارناموں کی اہمیت کو بھی قاری کے سامنے لے آتے ہیں۔ تخلیقات کا مختصر سا جائزہ بھی لکھتے ہیں لیکن کسی شخصیت کی تخلیقات میں سے کوئی اقتباس پیش نہیں کرتے۔

حوالہ جات

۱۔ سید محمد عارف، ڈاکٹر (مرتبہ)، طاق نسیاں، اردو اکیڈمی، بہاول پور، ۱۹۹۹ء ص ۱۵

۲۔ حکیم اعجاز احمد چانڈیو (مرتبہ)، شاہد احمد دہلوی کے شاہکار خاکے، بک کارنر، جہلم، ۲۰۱۷ء، ص ۱۵

۳۔ جمیل جالبی، ڈاکٹر، مقدمہ، گنجینہ گوہر از شاہد احمد دہلوی، مکتبہ اسلوب، کراچی، اشاعت دوم ۱۹۸۲ء، ص ۱۱

۴۔ حکیم اعجاز احمد چانڈیو (مرتبہ)، شاہد احمد دہلوی کے شاہکار خاکے، بک کارنر، جہلم، ۲۰۱۷ء، ص ۲۸

۵۔ ایضاً، ص۲۱۸

۶۔ ایضاً، ص۴۶

۷۔ ایضاً، ص۲۳

۸۔ اعجاز احمد چانڈیو (مرتب)، نگاہ اولین، دیباچہ " شاہد احمد دہلوی کے شاہکار خاکے"، بک کارنر، جہلم، ۲۰۱۷ء، ص۱۱

۹۔ حکیم اعجاز احمد چانڈیو (مرتبہ)، شاہد احمد دہلوی کے شاہکار خاکے، بک کارنر، جہلم، ۲۰۱۷ء، ص۸۹

۱۰۔ سید محمد عارف، ڈاکٹر (مرتبہ)، طاق نسیاں، اردو اکیڈمی، بہاول پور، ۱۹۹۹ء، ص۱۶

۱۱۔ حکیم اعجاز احمد چانڈیو (مرتبہ)، شاہد احمد دہلوی کے شاہکار خاکے، بک کارنر، جہلم، ۲۰۱۷ء، ص۱۷۲

۱۲۔ ایضاً، ص ۱۱۸

References in Roman Script

1. Syed Muhammad Arif, Dr (murataba),Taqe Nasyan, Urdu academy, Bahalpur, 1999, Page15
2.Hakeem Ejaz Ahmed Chandio (murtaba), Shahid Ahmed Dehlvi k Shahkar Khake, Book Corner, Jehlum, 2017, page15
3. Jameel Jalbi,Dr, Muqadma, Ganjeena e Gohar az Shahid Ahmed Dehlvi, Maktaba asloob, Karachi, Second edition,1982,Page11
4. Hakeem Ejaz Ahmed Chandio (murtaba), Shahid Ahmed Dehlvi k Shahkar Khake, Book Corner,Jehlum,2017,page28
5. Ibid,Page218
6. Ibid,Page 46
7. Ibid,Page 23
8. Ejaz Ahmed Chandio (murtab), Nigah e Awaleen, Deebacha, Shahid Ahmed Dehlivi k Shahkar Khake, Page 11
9. Hakeem Ejaz Ahmed Chandio (murtaba), Shahid Ahmed Dehlvi k Shahkar Khake, Book Corner, Jehlum, 2017, page89
10. Syed Muhammad Arif, Dr (murataba), Taq e Nasyan,Urdu academy, Bahalpur, 1999, Page16
11. Hakeem Ejaz Ahmed Chandio (murtaba), Shahid Ahmed Dehlvi k Shahkar Khake, Book Corner, Jehlum, 2017, page172
12. Ibid, Page 118